فلسطین: یہودیوں کی دلچسپی کا مرکز

امّ اسماء ☆

Abstract

The Jewish trace their origin to Hazrat Ibrahim. Ibrahim, his son Hazrat Ishaq and grandson Hazrat Yaqoob. His 12 sons were 12 tribes that later developed into the Jewish nation. The name Israel derives given from the Hazrat Yaqoob. The rule of Israelities in the land of Israel starts with the conquests in the period of Hazrat Semaoil and after him Hazrat Dawood, who made Jerusalem the capital of Israel and his son Hazrat Suleman, who built the first Temple in Jerusalem.

The year 587 BC to onwards the region was ruled or controlled by a succession of super power Babylonian, Persian, Greek, Roman, Byzantine, Muslims, Chiristian crusaders, Ottoman and British Empire. In 1948, Jewish community under the shadow of British government in Israel reestablished soverignity over their ancient homeland. After this five Arab Israeli wars, Israel lost most of the areas it captured. This shows Israel's willengness on

☆ ریسرچ اسکالر، شعبۂ سیاسیات، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

Palestine and Arab region.

Key words: *Palastine - Jews - Arab.*

فلسطین مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے مشترکہ مقدس شہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے قبلۂ اول بیت المقدس، عیسائیوں کے لیے حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کرنے کی نسبت اور یہودیوں کے لیے ان کی تاریخ کے آغاز کے باعث یہ شہر اہمیت کا حامل ہے۔

یہودیوں کی تاریخ کا آغاز حضرت ابراہیمؑ (۱۸۱۲ق م) کے بیٹے حضرت اسحاقؑ (۱۷۱۲ق م) اور ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ (۱۶۵۲ق م) سے ہوتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے یہ کنعان میں رہتے تھے اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو اسرائیل کا لقب عطا کیا۔ حضرت یوسفؑ نے ۱۵۲۲ق م میں اپنے خاندان کو مصر بلایا اور ایک عرصے تک وہ مصر کی حکومت کا حصہ رہے۔ ان کی وفات کے بعد ۱۴۲۸ق م میں مصر کے فرعون نے اسرائیلیوں کو غلام بنالیا۔ ۱۳۱۲ق م میں حضرت موسیٰؑ مصر آئے اور انہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات دلائی۔

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے فلسطین کے پورے علاقے کو فتح کرلیا۔ یہ جب فلسطین میں داخل ہوئے تو یہاں مختلف قومیں آباد تھیں، حِتّی، اَمّوری، کنعانی، فرِزّی، حِوی، یَبوسی، فِلستی وغیرہ۔ ان قوموں میں بدترین قسم کا شرک پایا جاتا تھا۔[۱] بنی اسرائیل نے متحد ہوکر اپنی حکومت قائم کرنے کے بجائے اس علاقے کو مختلف اسرائیلی قبیلوں میں بانٹ کر چھوٹی چھوٹی قبائلی ریاستیں قائم کرلیں۔ توراۃ میں حضرت موسیٰؑ کے ذریعے سے بنی اسرائیل کو جو ہدایات دی گئی تھیں، ان میں صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ تم ان قوموں کو ہلاک کرکے ان کے قبضے سے فلسطین کی سرزمین چھین لینا اور ان کے ساتھ رہنے بسنے اور ان کی اخلاقی اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہونے سے پرہیز کرنا۔ لیکن بنی اسرائیل جب فلسطین میں داخل ہوئے تو اس ہدایت کو بھول گئے۔ انہوں نے اپنی کوئی متحدہ سلطنت قائم نہ کی۔ وہ قبائلی عصبیت میں مبتلا تھے۔ ان کے ہر قبیلے نے اس بات کو پسند کیا کہ مفتوح علاقے کا ایک حصہ لے کر الگ ہوجائے۔ اس تفرقے کی وجہ سے ان کا کوئی قبیلہ بھی طاقتور نہ ہوسکا کہ اپنے علاقے کو مشرکین سے پوری طرح پاک کردیتا۔[۲]

بعدازاں ان مشرکین نے متحدہ محاذ قائم کرکے بنی اسرائیل کو بے دخل کردیا۔ ۱۰۲۰ق م میں حضرت سیموئیل نے طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا۔ جس کی سربراہی میں انہوں نے فلسطین کا علاقہ فتح کیا اور متحدہ سلطنت قائم کی۔ طالوت (۱۰۲۰ تا ۱۰۰۴ق م) کے بعد ان کے داماد حضرت داؤدؑ (۱۰۰۴ تا ۹۶۵ق م) حکمران ہوئے۔ ان کے دور میں یروشلم کو اسرائیل کا مسکن بنایا گیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ (۹۶۵ تا ۹۲۶ق م) کے دور میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر ہوئی۔

حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی اسرائیل نے آپس میں لڑ کر دو الگ سلطنتیں قائم کرلیں۔ شمالی فلسطین اور شرق اردن میں سلطنت اسرائیل، جس کا پایۂ تخت آخرکار سامریہ قرار پایا اور جنوبی فلسطین اور اَدوم کے علاقے میں سلطنت یہودیہ، جس کا پایۂ تخت یروشلم رہا۔[۳] ان میں سے اسرائیلی ریاست کے فرماں روا اور باشندے ہمسایہ قوموں کے مشرکانہ عقائد اور اخلاقی فساد سے سب

سے زیادہ متاثر ہوئے۔ حضرت الیاسؑ اور حضرت الیسعؑ نے اس قوم کو تبلیغ کے ذریعے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آئے۔ جس کے باعث اشوری فاتحین نے حملے شروع کر دیے۔ نبی عاموسؑ اور نبی ہوسیعؑ نے بھی اسرائیلیوں کو تنبیہ کی لیکن انہوں نے نبی عاموسؑ کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ۷۲۱ ق م میں اشور کے سخت گیر فرماں روا سارگوں نے سامریہ کو فتح کر کے سلطنت اسرائیل کو تباہ کر دیا۔ ہزار ہا اسرائیلیوں کو قتل کیا اور ۲۷ ہزار سے زائد با اثر اسرائیلیوں کو جلاوطن کر دیا گیا۔

بنی اسرائیل کو دوسری ریاست یہودیہ کے نام سے جنوبی فلسطین میں قائم ہوئی، وہ بھی جلد ہی شرک اور بداخلاقی میں مبتلا ہوگئی۔ اس پر بھی اشوریوں نے پے در پے حملے کیے لیکن اسے ختم نہ کر سکے۔ حضرت یسعیاہؑ اور حضرت میرمیاہؑ کی مسلسل کوششوں کے باوجود یہ لوگ بت پرستی سے باز نہ آئے تو ۵۹۸ ق م میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ عوام نے بابل حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس پر ۵۸۷ ق م میں بخت نصر نے ایک سخت حملہ کر کے یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو اس طرح پیوند خاک کیا کہ اس کی ایک دیوار بھی اپنی جگہ پر کھڑی نہ رہی اور تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔

۵۳۹ ق م میں جب بابل کی سلطنت کو زوال ہوا تو ایرانی فاتح خسرو نے بنی اسرائیل کو اپنے وطن واپس جانے اور دوبارہ آباد ہونے کی عام اجازت دی۔ اس دور میں ہیکل سلیمانی دوبارہ تعمیر ہوا۔ حضرت عزیرؑ نے دین موسوی کی تجدید کا فریضہ سرانجام دیا اور ایک مضبوط نظام قائم کیا۔ ۴۴۵ ق م میں بیت المقدس آباد ہوا۔ ایرانی سلطنت کے زوال اور سکندر اعظم کی فتوحات نے یونانیوں کو عروج بخشا۔ یونانی فاتحین نے یونانی تہذیب کو فروغ دینا شروع کیا۔

۱۷۵ ق م میں انٹیوکس چہارم (جس کا لقب ایپی فانیس یعنی مظہر خدا تھا) جب تخت نشین ہوا تو اس نے پوری جابرانہ طاقت سے کام لے کر یہودی مذہب و تہذیب کی بیخ کنی کی۔ اس نے بیت المقدس کے ہیکل میں زبردستی بت رکھوائے اور یہودیوں کو مجبور کیا کہ ان کو سجدہ کریں، اس نے قربان گاہ پر قربانی بند کروائی، اس نے یہودیوں کو مشرکانہ قربان گاہوں پر قربانیاں کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ان سب لوگوں کے لیے سزائے موت تجویز کی جو اپنے گھروں میں توراۃ کا نسخہ رکھیں یا سبت کے احکام پر عمل کریں یا اپنے بچوں کے ختنے کرائیں۔[۴] اس کے خلاف یہودیوں میں مکابی تحریک اٹھی۔ جس نے یونانیوں کو نکال کر ۱۶۷ ق م میں آزاد مذہبی ریاست قائم کی۔ بعدازاں ۶۳ ق م میں انہوں نے خود رومی فاتح پومپی کو فلسطین آنے کی دعوت دی چنانچہ اس نے بیت القدس پر قبضہ کر کے یہودیوں کی آزادی کا خاتمہ کر دیا۔ رومیوں نے فلسطین میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے حکومت قائم کی جو ۴۰ ق م میں ہیرود نامی یہودی کے قبضے میں آئی۔ اس کی فرماں روائی پورے فلسطین اور شرق اردن پر ۴۰ سے ۴ ق م تک رہی۔ اس کے بعد اس کی ریاست تین حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ فلسطین کا علاقہ ہیرود کے دوسرے بیٹے اینٹی پاس کے قبضے میں آیا جس نے ایک رقاصہ کی فرمائش پر اور بعض روایات کے مطابق اپنی بیوی کی فرمائش پر نبی حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کر کے اس کی نذر کیا۔ ہیرود کے پوتے اگریپا کو رومیوں نے ان تمام علاقوں کا فرماں روا بنا دیا جس پر ہیرود اعظم کی حکومت تھی۔ اس کے دور میں ہی عوام نے حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کرنے کا مطالبہ کیا۔

۶۴ء اور ۶۶ء کے درمیان یہودیوں نے رومیوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ رومی سلطنت نے ایک سخت فوجی کاروائی کے ذریعے اس بغاوت کو کچل دیا۔ ۷۰ء میں ٹیٹس نے یروشلم کو فتح کیا۔ اس موقع پر قتل عام میں ایک لاکھ ۳۳ ہزار لوگ مارے گئے،

۶۶ ہزار لوگ گرفتار کر کے غلام بنائے گئے۔ یروشلم کے شہر اور ہیکل کو مسمار کر کے یہودیوں کے اثر و اقتدار کا ایسے خاتمہ کیا کہ دو ہزار سال تک پھر انہیں نہ سر اٹھانے کا موقع ملا اور نہ ہی دوبارہ ہیکل کی تعمیر ممکن ہو سکی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بیت المقدس مسلمانوں کے زیر نگیں آیا۔ یہ ایسی جنگ تھی جس میں یہ شرط پیش کی گئی کہ خود خلیفہ آ کر شہر پر قبضہ حاصل کریں۔ سیدنا عمرؓ پیغام پا کر بلا تامل بیت المقدس تشریف لے گئے اور یروشلم میں انہیں شہر کی کنجیاں فراہم کی گئیں۔ مسجد اقصیٰ کے قریب جہاں حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی وہاں انہی کے نام سے مسجد قائم کی گئی۔ بعد ازاں یروشلم کے حصول کے لیے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تین صلیبی جنگیں برپا ہوئیں جس کا اختتام بالآخر پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر منتج ہوا۔

اس سے قبل یہودیوں نے تحریک صیہونیت کا آغاز کیا جو یہودیوں کو فنا ہونے سے بچانے اور محفوظ پناہ گاہ کے لیے فلسطین میں ایک یہودی وطن تخلیق کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے تحریکِ صیہونیت کے بزرگان کے خفیہ اجلاس منعقد ہوتے رہے جو ۱۹۰۵ء میں منظر عام پر آئے، یہ روسی زبان میں تھے، جسے پروٹوکول کے عنوان سے مسٹر مارسڈن نے انگریزی میں ترجمہ کر کے سرجی نائلس سے شائع کروایا۔[۵]

اس وطن کے لیے یہودی کاروباری افراد نے ۱۸۸۰ء میں فلسطین میں زمینوں کے مالک اور ترک غیر حاضر زمینداروں سے لاکھوں ڈالر کی اراضی خریدنا شروع کیں۔ تھیوڈر ہرزل اور شائیم ویزمین جو تحریک صیہونیت کے روحِ رواں تھے، انہوں نے سیاسی حمایت حاصل کرنے کے لیے تگ و دو شروع کی۔ ہرزل مستقبل کی یہودی ریاست کو مشرقِ وسطیٰ میں ایک یورپی نوآبادی کے طور پر دیکھتا تھا۔ دوسرے بھی ایک قومی ریاست کے خواہاں نہیں تھے بلکہ نئے وطن کو یہودیوں کا ایک ثقافتی مرکز تصور کرتے تھے۔[۶] اس کے لیے تھیوڈر ہرزل نے عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید کو یہ پیشکش کی کہ وہ کچھ مال و دولت کے عوض فلسطین فروخت کر دے تو اس پر خلیفہ نے کہا کہ فلسطین کوئی اس کی ذاتی ملکیت نہیں کہ وہ اسے فروخت کرتا پھرے۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں بہ نسبت یہ کہ وہ اسلامی ریاست کے ٹکڑے ہوتے دیکھے۔ ہاں خلافت ختم ہو گئی تو یہ فلسطین تمہیں مفت ہی مل جائے گا۔ لہٰذا ان لوگوں نے دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے علاقائی قومیتوں کا پرچار کرنا شروع کیا۔ عربوں، ترکوں اور افریقہ میں بغاوت نے سر اٹھانا شروع کیا اور اس کے لیے یورپی اقوام نے وطن پرستوں کو دل کھول کر امداد فراہم کی۔ اپنے اس مذموم کارنامے سے متعلق ڈاکٹر تھیوڈر ہرزل کے بقول ممکن ہے کہ کچھ عرصے تک دنیا کی غیر یہودی اقوام کا اتحاد ہمارے خلاف کامیاب رہے لیکن ہمیں اس خطرے سے ان کے وہ باہمی اختلافات محفوظ رکھ سکتے ہیں جو اس قدر گہری جڑیں کھو چکے ہیں کہ انہیں پاٹنا ممکن نہیں۔ ہم نے غیر یہودی شخصیتوں اور اقوام کو آپس میں لڑا دیا ہے اور ان میں نسلی و مذہبی منافرت انتہا کو پہنچا دی ہے جس کی ہم گزشتہ بیس صدیوں سے آبیاری کرتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایک ملک بھی ہم پر ہاتھ اٹھا کر دوسروں کی حمایت حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ دوسرے جانتے ہیں کہ ہمارے خلاف کوئی سمجھوتہ ان کے اپنے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ ہم طاقت ور ہیں اور ہماری گرفت سے مفر ممکن نہیں۔[۷]

پہلی جنگ عظیم کے بعد خلافت کا خاتمہ عمل میں آیا۔ اتحادی طاقتوں نے سازشوں کے ذریعے ان علاقوں کو برطانوی،

اطالوی اور یونانی افواج میں تقسیم کر دیا۔ بیت المقدس کا علاقہ برطانیہ کے قبضے میں آیا۔ اس پر برطانیہ کے جنرل چرچل نے اپنے تاثرات میں کہا کہ بیت المقدس کو اسلام اور مسلمانوں کے غلبے سے رہائی دلانا ہم مسیحیوں اور یہودیوں دونوں ہی کا مشترکہ خواب یا نصب العین تھا لہٰذا اس کو رہا کرانے پر جو خوشی مسیحیوں کو حاصل ہوئی ہے وہ یہودیوں کی خوشی سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ بہر حال ہم سب کے لیے انتہائی طور پر خوشی کا باعث ہے کہ اب بیت المقدس اسلام اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے رہا ہو چکا ہے۔[۸]

برطانیہ نے ایک منصوبے کے تحت سرزمین فلسطین پر یہودیوں کو لا کر بسانا شروع کیا تا کہ ایک یہودی ریاست قائم کی جا سکے۔ اس وقت کے برطانوی وزیر خارجہ لارڈ آرتھر بلفور نے ایک اعلان منظور کیا (جسے اعلان بلفور کہا جاتا ہے) جس میں یہ کہا گیا تھا کہ برطانوی حکومت سرزمین فلسطین پر یہودی ریاست کے قیام میں تعاون کرے گی۔[۹] اس کی بنیاد پر پوری دنیا سے یہودیوں نے فلسطین کا رخ کرنا شروع کیا تا کہ فلسطین میں ایک اسرائیلی ریاست قائم کی جا سکے۔

دوسری عالمی جنگ کے آخری دنوں میں سابق امریکی صدر روز ویلٹ نے سعودی عرب کے شاہ عبدالعزیز سے ایک بحری بیڑے پر ملاقات کی۔ اس دور میں یہودیوں پر ہٹلر اور نازیوں نے بہت مظالم کیے تھے۔ روز ویلٹ نے شاہ سے کہا کہ انہیں ایک وطن کی سرزمین چاہیئے۔ فلسطین کے بارے میں کیا خیال ہے؟ شاہ نے جواب دیا ''فلسطینیوں نے تو یہودیوں پر ظلم نہیں کیے۔ یہ ظلم نازیوں نے کیے ہیں۔ نازیوں نے جو کچھ کیا ہے اس کی سزا فلسطینیوں کو دینا ناجائز ہے۔ میں اس بات کی تائید نہیں کرتا کہ ایک قوم سے اس کی سرزمین چھین کر دوسری قوم کو دے دی جائے۔[۱۰]

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب نوآبادیات ریاستوں کو آزادی دی گئی تو ایک طرف مسلمان ریاستوں کے درمیان سرحدی تنازعات پیدا کیے گئے تو دوسری طرف فلسطین میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی بھی عربوں کے لیے قابل فکر تھی۔ اقوام متحدہ کے قیام کے بعد برطانیہ نے عربوں کے احتجاج کے باعث مسئلہ فلسطین کو اقوام متحدہ کی ثالثی میں دے دیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو تقسیم فلسطین کی قرارداد ۱۸۱ منظور کی۔ جس کے باعث فلسطین میں خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ دوسری طرف اسرائیل نے ۱۹۴۸ء میں ۱۵ مئی کی شب تل ابیب سے یہودی ریاست کے قیام کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کی بازگشت سنتے ہی مصر، عراق، اردن، لبنان اور شام نے مل کر یہودی ریاست پر حملہ کر دیا۔ اقوام متحدہ کے ذریعے جنگ بندی اس وقت عمل میں آئی جب اسرائیل نے دریائے اردن کے مغربی علاقے پر قبضہ کر لیا۔

۱۹۴۹ء، میں امریکی صدر وہ پہلے حکومتی سربراہ تھے جس نے یہودی ریاست کو تسلیم کیا اور اس وقت سے تا حال اسرائیل کو امریکہ کی مکمل تائید حاصل ہے۔

۱۹۵۶ء میں مصر نے نہر سوئز قومیا لیے۔ جس کو جواز بنا کر اسرائیل نے فرانس اور برطانیہ کی مدد سے مصر پر بھرپور حملہ کر دیا۔ اسرائیلی فوج سینائی پر قبضہ کرنا چاہتی تھیں جبکہ فرانسیسی اور برطانوی نہر سوئز پر قبضے کے خواہشمند تھے۔ لیکن صدر آئزن ہاور کی سرکردگی میں اس وقت کی امریکی حکومت نے اس کاروائی کی سخت مخالفت کی۔ آئزن ہاور وہ اکیلے امریکی صدر تھے جنہوں نے اتنا جرأت مندانہ اقدام کیا، اس عام عقیدے کے خلاف کہ اسرائیل کو خدائی تائید حاصل ہے۔ انہوں نے اس بات کو بھی ماننے سے

انکار کر دیا کہ امریکہ لازماً اسرائیل کے ہر اقدام کی تائید کرے۔[۱۱]

۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے پھر اپنے عرب ہمسایوں پر حملہ کر دیا۔ امریکہ کا ایک جہاز (U.S.S.Liberty) بحیرۂ روم میں جاسوسی پر متعین تھا۔ اسرائیل نے اس خوف سے کہ امریکی جہاز مداخلت کرے گا، اسے تارپیڈو سے تباہ کر دیا۔ جس کے باعث ۳۴ امریکی ہلاک اور ۱۷۱ زخمی ہو گئے۔[۱۲] لیکن امریکہ کی جانب سے اپنے لوگوں کی ہلاکت پر اسرائیل سے مذمت تک نہیں کی۔ یہ جنگ چھ دن جاری رہی۔ جس میں اسرائیل نے یروشلم سمیت شام کا سرحدی علاقہ بشمول مسلمانوں کا قبلۂ اول بیت المقدس اور تیس ہزار مربع میل پر محیط مصر کا صحرائے سینا پر بھی قبضہ جما لیا۔

عرب ممالک کی پے در پے شکست اور وسیع عرب سرزمین پر قبضے کے بعد یہودیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ جس کے باعث وقتاً فوقتاً مسجد اقصیٰ پر حملے ہوتے رہے لیکن اس کی مذمت نہ ہی کبھی ربیوں نے کی اور نہ ہی اسرائیلی حکومت نے۔ مسجد اقصیٰ پر سب سے زیادہ شدید مسلح حملوں میں بڑے بڑے ربائی میں شامل تھے جو اشتعال انگیزی کرتے اور ان کی سربراہی کرتے رہے ہیں۔ ایک ربی شومو نے کہا کہ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ تمام یہودی جلاوطنوں کو اکٹھا کرنے اور اپنی ریاست بنانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اپنی عبادت گاہ تعمیر کی جائے۔[۱۳]

اس دوران اسرائیلی حکومت نے عرب مشرقی یروشلم پر غیر قانونی قبضے کی مخالفت کے پیش نظر ۱۹۸۰ء میں پیش بندی کے طور پر دائیں بازو کی ایک مسیحی تنظیم بنائی جس کا نام انٹرنیشنل کرسچین ایمبسی تھا۔ اس کے سرکردہ ارکان یروشلم سے نکل کر دنیا بھر میں پھیل گئے اور اسرائیل کی مدد کے لیے اور بھی جگہ جگہ مسیحی ایمبسی کھولنا شروع کر دی۔ جس کے واضح سیاسی مقاصد تھے اور جن میں بعض کے خفیہ مشن بھی تھے۔ یہ ایمبسیاں یورپ، امریکہ، ایشیا اور آسٹریلیا سمیت دنیا کے ۳۷ ممالک میں قائم ہیں جبکہ امریکہ میں تو اس کے بیس دفاتر ہیں۔[۱۴] یہ اسی یہودی منصوبے کا تسلسل ہے جس کو ایک صدی قبل ترتیب دیا گیا تھا جس کے مطابق ہم نے ان کے تمام بڑے شہروں میں وہ خفیہ اور زیر زمین تنظیمیں قائم کر دی ہیں جو کسی بھی وقت ان کے تمام اداروں اور ان کے تمام آثار کو کھنڈر میں تبدیل کر سکتی ہیں۔[۱۵]

بعد ازاں اسرائیل نے ایک طرف عرب ممالک کے ساتھ تعاون کی پالیسی اختیار کی تا کہ اسرائیلی ریاست کو تسلیم کیا جا سکے۔ اس کے لیے مصر کے ساتھ ۱۹۷۹ء میں کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کیا جس کے ذریعے صحرائے سینا کا علاقہ واپس دے دیا گیا۔ ۱۹۹۳ء میں اوسلو معاہدے کے ذریعے اسرائیل نے تنظیم آزادئ فلسطین کو تسلیم کر لیا۔ یہ اسرائیل کی بہت بڑی کامیابی تھی کہ وہ عربوں کو مذاکرات کی میز پر لانے میں کامیاب ہو گیا جس کا مطلب تھا کہ اسرائیل کو عربوں کے قلب میں تسلیم کر لیا گیا ہے اور عربوں کا مطالبہ ۱۹۶۷ء کے بعد کے علاقوں کو خالی کرنا بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

ایک طرف اسرائیل کے خفیہ مشن تھے تو دوسری طرف اس کی عربوں کے خلاف جارحانہ پالیسی بھی جاری تھیں۔ جس کے تحت ستمبر ۱۹۸۲ء کو اسرائیل نے لبنان پر حملہ کر کے فلسطینی کیمپوں صابرہ اور شتیلا میں آگ لگا دی جس کے باعث ۳۵۰۰۰ افراد شہید ہو گئے۔ اور اس جنگ میں تقریباً دو لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۲ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اس قتل عام کی

مذمت کرتے ہوئے اسے نسل کشی قرار دیا اور ایریل شیرون سے مطالبہ کیا کہ وہ دفاع کی وزارت سے استعفیٰ دیں لیکن کچھ عرصے بعد وہ وزیراعظم بن گئے۔[۱۶] بعدازاں ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۸ء غزہ پر حملہ اور ۲۰۰۶ء میں لبنان پر حملہ، شام کی گولان چوٹیوں پر قبضہ یہ سب اسی سلسلے کی کڑی ہے جس کے لیے اس خطے میں قدم جمائے گئے ہیں اور ان کا منصوبہ مصر سے لے کر اردن، لبنان، شام، ترکی، عراق اور مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کا ہے کیونکہ ان کا فخر ہے کہ اسرائیل یہودیت کا تسلسل ہے اور یہ زمین پر وہ واحد قوم ہے جس کی ۳۰۰۰ سال سے سرزمین، نام، زبان ابتدا سے ایک ہی ہے اور وہ ایک خدا کی عبادت کرتی ہے۔[۱۷] اور اسی لیے اس سرزمین پر وہ اپنا حق بھی رکھتے ہیں اور آخری جنگ جو اس خطے میں برپا ہونی ہے یہ اس کا تسلسل ہے، جس کی پیشن گوئی نبی کریم ﷺ نے کردی تھی۔ جب مسلمان روم یعنی قسطنطنیہ فتح کرچکیں گے تو قرب قیامت میں دجال کو نکلنے کی اجازت ملے گی، چنانچہ اصبہان کے ایک ایسے علاقے سے نکلے گا جسے ''یہودہ'' کہا جاتا ہوگا۔ اس علاقے کے رہنے والے ستر ہزار یہودی اس کے پیروکار ہوں گے، وہ اسلحہ سے لیس ہوں گے۔ پہلے تو ایک ظالم بادشاہ کی صورت میں ظاہر ہوگا، پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر ربوبیت کا دعویٰ کر بیٹھے گا۔ لہٰذا اس کے اس دعویٰ پر جاہل، کمینے اور بدترین فطرت کے ذلیل لوگ اس کی اتباع کریں گے۔ البتہ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازیں گے وہ اس کی مخالفت کریں گے اور اس کو دھتکار دیں گے۔ ایک ایک شہر اور ایک ایک قلعہ، ایک ایک صوبہ، ایک ایک علاقہ فتح کرے گا۔ مکہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی جگہ ایسی نہ رہے گی جس کو اپنے پیروں اور گھوڑوں کے قدموں سے نہ روندے۔[۱۸]

مراجع وحواشی:

۱۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد دوم، ص ۵۹۵، (چوالیسویں اشاعت)، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۴۲۷ھ/فروری ۲۰۰۷ء۔

۲۔ ایضاً، ص ۵۹۶۔

۳۔ ایضاً، ص ۵۹۷۔

۴۔ ایضاً، ص ۶۰۰۔

۵۔ See: *Protocols of the meetings of the Elder of Zion* (Original English Translation by Victor E. Marsden)

۶۔ آرمسٹرانگ، کیرن، بٹ، محمد احسن (مترجم)، خدا کے لیے جنگ، ص ۲۱۸، لاہور، نگارشات پبلشرز، ۲۰۰۸ء۔

۷۔ مارسڈن، وکٹر۔ ای، ہارون، ندیم (مترجم)، پروٹوکول۔ دستاویز نشستہائے بزرگانِ صیہون، دستاویز پنجم، شق ۵، ص ۵۰۔۵۱، کراچی، نوشین سینٹر، دسمبر ۲۰۰۲ء۔

۸ العالم، علامہ جلال، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں، ص۱۳۵، (طبع اول)، لاہور، دارالبلاغ پبلشرز، ۲۰۰۵ء۔

۹ http://www.globalissues.org/article/119/the-middle-east-conflict-a-brief-background

۱۰ ہالسیل، گریس، سید، رضی الدین (مترجم)، خوفناک صلیبی جنگ، ص۹۵، کراچی، راحیل پبلکیشنز، فروری ۲۰۰۸ء۔

۱۱ ایضاً، ص۹۶۔

۱۲ ایضاً، ص۹۶۔

۱۳ ایضاً، ص۸۲۔

۱۴ ایضاً، ص۹۸۔

۱۵ مارسڈن، دستاویز نہم، شق ۱۳، ص۶۵۔

۱۶ http://www.globalissues.org/article/333/sabra-and-shatila-masacres-why-do-we-ignore-them

۱۷ Article brief history of Isroel & the Jewish people / www.science.co.il/Israel-history-php

۱۸ مشقی، علامہ حافظ ابوالفد اعمادالدین ابن کثیر، سرور، مولانا حافظ محمد اویس (مترجم)، تاریخ ابن کثیر۔ البدایہ و النہایہ، حصہ پانزدہم، ص۱۱۰، (طبع اول)، کراچی، نفیس اکیڈمی، فروری ۱۹۸۹ء۔

الفرق کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے عقائد و افکار اور ان پر نقد و جرح کے تذکرے پر مبنی اہم کتاب

الفَرق بین الفِرق

کا تیسرا ایڈیشن ادارۂ قرطاس کی جانب سے شائع کیا جا چکا ہے۔

تالیف:

عبدالقاہر بغدادی (م ۱۰۳۷ء)

ترجمہ:

علی محسن صدیقی (م ۱۴ر جنوری ۲۰۱۲ء)

صفحات: ۵۰۰ قیمت: ۸۰۰/- روپے طبع ثالث ۲۰۱۴ء

ISBN: 969-8448-47-0

کپتان حسین خان شہید

مشتاق حسین ☆

ABSTRACT

Captain Hussain Khan Shaheed

Captain Hussain Khan belongs to District Poonch of Azad Kashmir. He was the member of brave Sudduzai family of Poonch. He showed character of bravery in Second World War. He was also the member of Supreme War Council in Second World War. He was known as Commander In-Chief in the Liberation Movement of Azad Kashmir in 1947. He was a very brave person and contributed a lot for the welfare of his area. Mujahidin conquered the territory of Azad Kashmir from Azad Pattan to Khaigala his command. He was martryed on 11th November, 1947.

Key words: *Captain Hussain Khan Shaheed - Poonch - Azad Kashmir*

کپتان حسین خان شہید کا تعلق آزاد کشمیر کے ضلع پونچھ سے ہے۔ آپ پونچھ کے بہادر اور جری قبیلہ سدوزئی کے ایک رکن تھے۔ آپ نے دوسری جنگِ عظیم میں بہادری اور شجاعت کا اعلیٰ کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ آپ دوسری جنگِ عظیم میں سپریم وار کونسل کے رکن بھی رہے۔ آپ ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی کشمیر میں کمانڈر انچیف کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ کپتان حسین خان بہت زیادہ دلیر شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے علاقے کی فلاح و بہبود کے لیے آپ نے بہت حصہ ڈالا۔ مجاہدین نے آپ کی قیادت میں آزاد پتن سے کھائی گلہ تک کا علاقہ آزاد کرایا۔ آپ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۷ء کو شہید ہوئے۔

پس منظر:

خان محمد خان (۱۸۸۲ء تا ۱۹۶۲) ضلع پونچھ کی تحصیل سدھنوتی (سدھن قبیلہ کی کثرت آبادی) کے ایک گاؤں بچھے چھن میں پیدا ہوئے۔ آپ کو بابائے پونچھ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے مسلمانان پونچھ کو نئی جہت دی۔ آپ نے فرسودہ رسومات اور فضول خرچی سے بچنے کے لیے مسلمانان پونچھ کو نسوار، سگریٹ، تمباکو اور چائے کو چھوڑنے کی تحریک چلائی[۱] نیز شادی بیاہ اور موت کے مواقع پر بھی مسلمان ہندوانہ رسومات کو اپنائے ہوئے تھے آپ نے ان مواقع پر مسلمانوں کو ترغیب دی کہ ان فضول رسومات مثلاً رم لینا (شادی کے موقعہ پر لڑکے والوں سے نقد رقم) اور موت پر مرنے والے کے گھر سے کھانا کھانا کو لوگوں کو ترغیب دے کر چھڑایا[۲] آپ نے ۱۹۲۸ء میں علی گڑھ کا دورہ کیا[۳] واپسی پر آپ نے کشمیری مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس بنانے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے مسلمانان پونچھ کا مشاورتی اجلاس بلایا۔ اس اجلاس میں شرکا نے رائے دی کہ آپ پہلے اس کا اطلاق اپنے قبیلے پر کریں۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۳۶ء میں سدھن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی جس نے مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور لوگوں کو باہمی تنازعات سے بچانے کا ذمہ لیا، اس لیے آپ کو کشمیر کا سرسید بھی کہتے ہیں۔

بابائے پونچھ کرنل خان محمد خان نے پہلی اور دوسری جنگِ عظیم میں پونچھ کے نوجوانوں کو انڈین آرمی میں بھرتی کرایا۔ پہلی جنگ عظیم میں پونچھ سے سدھن قبیلہ کے تیس ہزار نوجوان بھرتی ہوئے[۴] اور دوسری جنگ عظیم میں ساٹھ یا ستر ہزار پونچھی بھرتی ہوئے[۵] کرنل خان محمد خان دوسری جنگِ عظیم میں ریکروٹنگ آفیسر تھے۔ آپ نے بڑے پیمانے پر نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کروایا، اس سے دو فوائد حاصل ہوئے، ایک غربت اور افلاس میں کمی ہوئی، دوسرا تربیت یافتہ مجاہدین کی ایک کھیپ تیار ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم میں انگریزوں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر انگریز جنگ جیت گئے تو برصغیر کو آزاد کر دیں گے۔ چنانچہ برصغیر کے مسلمانوں نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں پاکستان کے حصول کی کوششیں تیز کر دیں۔ جس کے اثرات کشمیر پر بھی پڑے اور کشمیریوں نے بھی اپنی آزادی کی تحریک کو منظم کرنا شروع کیا۔ کشمیری رہنماؤں نے تحریک پاکستان سے اپنا تعلق استوار کیا۔ جب لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کو ہوا، اسی پنڈال میں اسٹیٹس مسلم لیگ کا اجلاس بھی ہوا۔ اس اجلاس میں ضلع پونچھ کے ایک وفد نے بھی شرکت کی۔ پونچھ کے شرکاء اجلاس ایم اے عزیز، اسماعیل ساغر، پیر ضیاء الدین اندرابی، محمد اسحاق قریشی، سیّد حسن شاہ گردیزی، سردار فتح محمد کریلوی، شیخ عبدالرحمٰن، منشی گل احمد خان، ایم اے حفیظ اور مولانا غلام حیدر جنڈالوی نے شرکت کی۔[۶]

اس اجلاس میں مولانا غلام حیدر جنڈالوی نے مسلمانان کشمیر کی نمائندگی کی۔ پونچھ کے یہ نوجوان وطنی نظریہ کو اپنانے کے لیے زبردست عزم رکھتے تھے اور انھوں نے قیامِ پاکستان میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔ آخر کار ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ایک نئی اسلامی مملکت ظہور پذیر ہوئی۔

کرنل خان محمد خان نے سردار محمد ابراہیم خان کو اپنی جگہ کشمیر اسمبلی کی رکنیت پر ضلع پونچھ سے ممبر بنوایا (پونچھ سے بیرسٹر سردار محمد ابراہیم خان اور مینڈھر سے بیرسٹر سردار یار محمد خان پرجا سبھا کے ممبران منتخب ہوئے) مہاراجہ ہری سنگھ راولاکوٹ کے دورہ پر آیا تو پونچھ کے تیس ہزار باوردی فوجیوں نے کرنل خان محمد خان کی ہدایت پر اُسے سلامی دی اور نیشنل گارڈ کے ایک دستے نے بھی سلامی دی۔ ہری سنگھ اتنی بڑی تعداد میں تربیت یافتہ افراد کو دیکھ کر پریشان ہوا۔ اُس نے راولاکوٹ سے واپسی پر سدھنوتی، راولاکوٹ اور باغ میں فوج کی تعداد میں اضافہ کر دیا۔ فوج نے مسلمانوں سے اسلحہ، چھریاں، کلہاڑیاں اور تلواریں جمع کرنا شروع کر دیں، جبکہ ہندوؤں کو مسلح کیا جا رہا تھا، جامہ تلاشی کے دوران لوٹ مار کی جاتی، مسلمانوں کی تذلیل کی جاتی۔ جب ان حالات کا علم سردار محمد ابراہیم خان (حلقہ ایم ایل اے) کو ہوا تو انھوں نے اپنے حلقہ کا تفصیلی دورہ کیا،

سردار محمد ابراہیم خان اپنی کتاب کشمیر کی جنگ آزادی میں لکھتے ہیں ''ریاستی اسمبلی کے بجٹ اجلاس کے بعد راقم الحروف اپنے انتخابی حلقے پونچھ کے دورے پر روانہ ہوا۔ جموں سے پونچھ جاتے ہوئے راستے میں جگہ جگہ قیام کر کے کشمیری مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ ایک جماعت کی صورت میں منظم و متحد العمل ہو جائیں۔''[۸] اس خدشہ کا اظہار کیا کہ ڈوگرہ فوج اس علاقے کے مسلمانوں کی نسل کو ہی نیست و نابود کر دے گی۔ ان حالات میں انھوں نے کشمیری مسلمانوں کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ ایک قومی تنظیم کی صورت میں مسلح ہو کر ان نازک حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ لوگوں میں جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے سردار صاحب نے کئی جگہ بڑی موثر تقاریر کیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور مسلمانان پونچھ ڈوگرہ فوج کے مقابلے کے لئے میدان جنگ میں اتر آئے۔

۱۹/جولائی ۱۹۴۷ء کو آپ کے گھر واقعہ آبی گزرگاہ سری نگر میں مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں قرارداد الحاق پاکستان بھی پاس ہوئی[۹] اور ہری سنگھ سے مطالبہ کیا گیا کہ کشمیر کا الحاق پاکستان سے کیا جائے۔ مہاراجہ نے ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو کشمیر کے ہندوستان سے الحاق کے کاغذات پر دستخط کر دیئے۔ پورے کشمیر اور بالخصوص پونچھ میں عوام کے اندر مہاراجہ کی شخصی حکومت کے خلاف غم و غصہ بڑھ گیا اور ایک تحریک منظم ہونی شروع ہوئی۔ پونچھ کے کئی مقامات مثلاً راولاکوٹ اور نیلہ بٹ کے مقامات پر اجلاس منعقد ہوئے اور ۲۹/اگست کو دوتھان کے مقام پر ڈوگرہ فوج اور مجاہدین کے درمیان تصادم ہوا جس میں ۵ مسلمان شہید ہوئے۔

سردار محمد ابراہیم خان کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے۔ آپ سری نگر سے پولیس سے بچتے بچاتے پاکستان کی حدود میں داخل ہو گئے، آپ نے پونچھ کے فوجی افسران اور سول افراد کی میٹنگ مری میں بلائی اور اس میٹنگ میں وار کونسل بنائی گئی جس نے پورے علاقے کو مندرجہ ذیل سیکٹروں میں تقسیم کیا:

۱۔ مظفر آباد سے گلگت تک

۲۔کوہالہ سے میرپور تک (پونچھ کو تین سب سیکٹرز میں تقسیم کیا گیا باغ، راولاکوٹ اور پلندری، سردار عبدالقیوم خان کو باغ، کپتین حسین خان کو راولاکوٹ اور کرنل خان محمد خان بابائے پونچھ کو پلندری کا کمانڈر مقرر کیا گیا)۔

۳۔میرپور سے سیالکوٹ تک کپتان خان محمد خان المعروف خان آف منگ نے رضا کارانہ طور پر ذمہ داری قبول کی۔[۱۰]

کیپٹن حسین خان شہید:

فخرِ کشمیر و سالارِ اعلیٰ کیپٹن حسین خان شہید سالار اعلیٰ (اعظم)، سردار بہادر آف انڈیا، آفیسر بہادر آف انڈیا (OBI) فخر کشمیر بروئے جنگی حکمت عملی سپریم کمانڈر جنگ آزادی ۱۹۴۷ء فاتح آزاد کشمیر ۱۸۹۵ء میں سردار حشمت علی خان کے گھر کالاکوٹ (موجودہ حسین کوٹ) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں ہری سنگھ نے گدی نشین ہوتے ہی اعلان کیا کہ ''میں ہندو ہوں لیکن بحیثیت حکمران میرا مذہب انصاف ہے۔''[۱۱]

ابتدائی چند سال مہاراجہ ہری سنگھ نے عوامی مشکلات کے تدارک کے لیے خاص توجہ دی۔اس نے قانون تحفظ زمیندارہ نافذ کیا جس کی رو سے ساہوکار کسان سے زیادہ سے زیادہ ڈیوڑھا سود وصول کر سکتا تھا۔ بااثر ہندو ساہوکاروں نے اس کی شدید مخالفت کی۔اس مخالفت میں ریاست کا اولین اور نیم سرکاری اخبار رنبیر پیش پیش تھا۔اس کے مدیر ملک راج صراف نے اس قانون کو ہندو مسلم سوال بنا کر سخت احتجاج کیا۔مگر اس مخالفت کا کوئی اثر نہ ہوا۔اس پر روزنامہ زمیندار لاہور نے جس کے مدیر برصغیر کے نامور صحافی اور مجاہد آزادی مولانا ظفر علی خان تھے۔مہاراجہ کی زبردست تعریف کی۔ریاستی رعایا کی آسودگی کے لیے قوانین نافذ کیے۔اس کی اصلاحات اگرچہ مفید تھیں۔انتہائی پسماندہ اور استحصال زدہ آبادی کی اصلاح و ترقی کے لیے ان کی حیثیت آٹے میں نمک کے برابر تھی۔مسلمان غیر معمولی مصائب و مشکلات میں مبتلا تھے۔نظام حکومت کی بداعنوانیوں اور ہندوؤں کی چیرہ دستیوں سے ان کی فطرت مسخ ہو کر رہ گئی تھی۔انھیں دوبارہ آدمیت کی سطح پر لانے کے لیے انقلابی اصلاحات کی ضرورت تھی مگر مہاراجہ جلد ہی خوشامدی درباریوں کے زیر اثر آ گیا اور آمرانہ نظام کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے دلچسپی لینا ترک کر دی۔

مسلمان آبادی پر طرح طرح کی ظلم کیے گئے اور ان پر ٹیکس عائد کیے گئے۔۱۹۴۳ء میں ضلع پونچھ کے ایک گاؤں منگ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔زمین کے معمولی تنازعہ پر نمبرزمان علی کو شہید کر دیا گیا۔اس ہندو قاتل کو عدالت نے صرف تین سال کی سزا سنائی جبکہ گائے کے ذبیحہ پر مسلمان کو سات سال کی سزا دی جاتی تھی۔نیز طرح طرح کے ٹیکس، مثلاً چولھا ٹیکس، جہیز ٹیکس، شادی ٹیکس لگائے گئے۔اس کے بارے میں سر ایلبیین بینرجی کہتے ہیں:

> ''ریاست کشمیر کی تمام تر آبادی مسلمانوں کی ہے اس قدر غیر تعلیم یافتہ، اس قدر سادہ لوح اور مظلوم کے حد بیان سے باہر ہے۔افلاس حد سے بڑھا ہوا ہے اور حکومت کی بے اعتنائی اور جور و ستم اس قدر ناقابل برداشت کہ مجھ پر ان کی حالت دیکھ رقت طاری ہو جاتی تھی۔حکومت اور رعایا کے درمیان کوئی رشتہ نہیں وہ بے زبان مویشوں کی طرح ہیں۔حکومت مسلمانوں کی طرف سے اتنی لاپرواہے کہ گویا وہ ایک بے فائدہ مخلوق ہے۔''[۱۲]

گویا کہ ہری سنگھ کا شخصی راج تھا جس میں رعایا کے لیے سہولتیں بالکل نہ تھیں۔ تعلیمی اداروں کا علاقے میں نام تک نہ تھا۔ اس لیے حسین خان بھی پرائمری سے زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ وہ ۱۸ سال کی عمر میں ۱۹۱۳ء میں برٹش انڈین آرمی میں ایک سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوئے۔ پہلے وائسرائے کمیشن حاصل کیا پھر کنگ کمیشن حاصل کر کے کپتان کے عہدے پر فائز ہوئے۔[۱۳]

۱۹۱۷ء میں اُن کو وائسرائے نے کمیشن دے کر آفیسر لیفٹننٹ بنا دیا۔ پہلی جنگ عظیم میں اُنہوں نے سردار بہادر آف انڈیا (SBI) اور آفیسر بہادر آف انڈیا (OBI) کا تمغہ حاصل کیا۔

دوسری جنگ عظیم میں دو انگریز افسروں کرنل چیسٹر (Colonel Chester) اور کیپٹن بیک (Captain Back) کے ہمراہ بریگیڈ ہیڈ کوارٹر سے یونٹ کی تنخواہ پچاس ہزار روپے لے کر یونٹ میں پہنچے تو انگریز فوج ہتھیار ڈال چکی تھی[۱۴]، چونکہ جاپانیوں کا بڑا شدید حملہ تھا۔ کیپٹن حسین خان اور دونوں انگریز آفیسرز بھی گھیرے میں آ گئے۔ کیپٹن حسین خان نے بڑی دلیری سے جاپانیوں کا محاصرہ توڑا۔ دونوں انگریز افسروں کو بحفاظت نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ساحل پر پہنچے جہاں ایک کشتی پر نظر پڑی آپ افسروں سمیت کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی کو سمندر میں ڈال دیا انگریز افسروں نے مشورہ دیا کہ روپے پانی میں پھینک دو چونکہ ہم قید ہو گئے ہیں۔ آپ نے جواباً کہا کہ ہم قید نہیں ہوں گے اور نہ ہی روپے سمندر میں پھینکوں گا، اسی رقم سے ایک اور جنگ آزادی لڑوں گا[۱۵] اس طرح سمندری راستے آپ ملایا پہنچ گئے۔

اُن کو جنگ عظیم اول میں سردار بہادر آف انڈیا (OBI) کا تمغہ حاصل ہوا۔ اُن کو جنگی انعام دیا گیا جس کے بارے میں شہنشاہ برطانیہ جارج پنجم کا یہ اعلان Daily London Gazzette میں شائع ہوا کہ یہ جنگی انعام تین پشتوں تک جاری رہے گا۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کے موقع پر ایشیا کی نمائندگی کرتے ہوئے بے مثال شجاعت، جنگی مہارت، حکمت اور ذہانت کے جوہر دکھانے کا سنہری موقع ہاتھ آیا۔ جنگ عظیم دوم میں کیپٹن حسین خان شہید نے حیرت انگیز اور شاندار کارنامے انجام دیئے کہ دیکھنے والے عش عش کر کے اٹھے۔ حکومت برطانیہ نے وکٹوریہ کراس دینے کا فیصلہ کر دیا تھا، مگر ہری سنگھ آڑے آ گیا۔[۱۶]

انگریزوں کو کچھ محاذوں پر ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ کیپٹن حسین خان شہید نے اپنی خداداد شجاعت اور جنگی مہارت و حکمت سے کام لے کر انگریزوں کی شکست کو فتح میں بدل دیا۔ بادشاہ برطانیہ کی تاج پوشی کے موقعے پر آپ کو ایک سنہری وردی اور سنہری رائفل انعام میں دی گئی۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران آپ کی پلاٹون تھائی لینڈ، سنگاپور روانہ ہو گئی اور مشرقی ایشیا کے مختلف محاذوں پر برسر پیکار ہو گئی، آپ نے دونوں جنگوں میں بہادری کے اتنے جوہر دکھائے کہ آپ کو ۱۲ انفرادی میڈل دیئے گئے۔[۱۷] دوسری جنگ عظیم کے دوران برطانیہ نے متحدہ وار کونسل بنائی جو پوری جنگی صورت حال پر نگاہ رکھتی تھی، کیپٹن حسین خان کو اس وار کونسل (متحدہ) کے ایک معزز رکن ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ اس متحدہ وار کونسل میں دیگر شخصیات کے علاوہ برطانیہ کے وزیر اعظم چرچل اور فرانس کے جنرل ڈیگال بھی اراکین میں شامل تھے۔ بلاشبہ کیپٹن حسین خان برصغیر کے منفرد افسر کے لیے یہ ایک ناقابل فراموش اور نہایت بڑا اعزاز تھا۔[۱۸]

کیپٹن حسین خان انڈین آرمی میں ۳۳ سال ملازمت کرنے کے بعد دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ۱۹۴۵ء میں ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۴۷ء تک زمینداری کرتے رہے آپ کے والد سردار حشمت علی خان، علاقے کے بڑے زمیندار تھے۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت ہندو مسلم فسادات شروع ہو گئے۔ انگریزوں نے والیان ریاست کو اختیار دے دیا کہ ہندوستان یا پاکستان میں جس کے ساتھ چاہیں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ راولاکوٹ میں سول نافرمانی کی تحریک شروع ہو گئی جلسے جلوس کیے جانے لگے اور کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کی کوششیں تیز ہو گئیں۔ اس تحریک کو ختم کرنے کے لیے ہری سنگھ نے راولاکوٹ کے دورے کا پروگرام بنایا۔

بابائے پونچھ کرنل خان محمد خان نے سابق فوجیوں کو باوردی جمع کر کے ۱۶/اپریل ۱۹۴۷ء کو راولاکوٹ پہنچ کر مہاراجہ ہری سنگھ کو سلامی دینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کیپٹن حسین، کرنل خان محمد خان سے اختلاف کرتے ہوئے اس میں شریک نہیں ہوئے۔ مہاراجہ یہ جم غفیر دیکھ کر گھبرا گیا اور وہ سلامی کے بعد واپس پونچھ چلا گیا۔ راولاکوٹ اور پونچھ میں زیادہ فوجی تعینات کرنے کا حکم دے دیا۔[۱۹]

ہری سنگھ نے وزیر پونچھ بھیم سین اور ڈوگرہ آرمی کے کمانڈر انچیف کو ہدایت کی کہ راولاکوٹ جا کر سرکردہ لوگوں سے میٹنگ کر کے حالات درست کریں۔ انگریز کمانڈر انچیف نے ایس ایچ او (S.H.O) راولاکوٹ اعظم عباسی کو خط لکھا کہ کیپٹن حسین خان کو میٹنگ میں شریک کریں، مگر کیپٹن حسین خان نے شرکت سے انکار کر دیا۔ بعد میں ڈاکٹر محمد حیات خان عباسی کیپٹن حسین خان کے گھر آئے اور ان کی والدہ کو بتایا کہ اگر کیپٹن حسین میٹنگ میں شامل نہ ہوئے تو ہمارے SHO کی نوکری چلی جائے گی۔ اس طرح آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو میٹنگ میں شمولیت کے لیے راضی کر لیا۔ دوسرے دن کیپٹن حسین خان اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر وزیر پونچھ بھیم سین (ڈوگرہ) اور انگریز کمانڈر انچیف اور آئی۔ جی۔ پی (I.G.P) سے راولاکوٹ ڈاک بنگلہ میں میٹنگ ہوئی۔ ان کے علاوہ دوسری سرکردہ شخصیات نے بھی شرکت کی۔ میٹنگ میں تمام لوگوں کو بغاوت سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ یہ میٹنگ تقریباً تین گھنٹے جاری رہی کیپٹن حسین خان خاموش رہے۔ ''کمانڈر انچیف نے کیپٹن حسین خان سے کہا کہ آپ لوگوں کو بغاوت سے باز رکھیں تو آپ کو ایک بڑی جاگیر، راولاکوٹ میں ایک ملٹری کالج اور حکومت میں حصہ دیا جائے گا۔ مگر کیپٹن حسین خان نے اتنا کہا کہ پاکستان بن چکا ہے لوگ پاکستان میں شامل ہونے کے لیے جلسے جلوس کر رہے ہیں۔ ان کی بات مان لو ورنہ میں کہتا ہوں جنگ ہو گی یہ کہتے ہوئے آپ میٹنگ سے اٹھ گئے۔[۲۰]

اس پر آئی۔ جی۔ پی نے آپ کی فوراً گرفتاری کا حکم دیا۔ مگر فوجی کمانڈر نے ان کو ایسا کرنے سے روکا۔ کیپٹن حسین خان اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر واپس اپنے گھر چلے گئے، اس سے قبل کیپٹن حسین خان گاؤں گاؤں اور گھر گھر جا کر لوگوں کو جنگ کے لیے آمادہ کر چکے تھے، آپ کو گرفتاری کے لیے وارنٹ جاری کر دیئے گئے۔ آپ نے میرال گلہ میں لوگوں کو جمع کیا اور پوچھا کہ اگر آپ میرا ساتھ دیں تو میں مہاراجہ ہری سنگھ کے خلاف جنگ کروں۔ اس مقام پر آپ نے لوگوں سے حلف لیا۔ ان کے پاس جمع شدہ تمام پونچھ تحریک آزادی کے لیے اسلحہ خریدنے کے لیے دے دی گئی۔ سردار مختار کے مطابق ۴۵ ہزار روپے دیئے۔ انھوں نے اپنی بیوی

امام بی کے زیورات بھی اسلحہ خریداری کے لیے دے دیئے۔[۲۱]

اے ایچ سہروردی، ''المیہ کشمیر'' میں لکھتے ہیں کیپٹن حسین خان فوج کی کمی سے پوری طرح آگاہ تھے، بعض اطلاعات کے مطابق انہوں نے اپنی ذاتی حیثیت (اپنی جیب) سے مبلغ ۴۰۰۰۰ روپے کی رقم جمع کی۔ ۱۹۴۷ء میں درّہ کی بنی ہوئی ایک رائفل کی قیمت ۱۰۰ روپے تھی۔ کیپٹن حسین خان یکے بعد دیگرے راولپنڈی کے دورے کرتے رہے اور رقم یا اسلحہ کی صورت میں مدد کے لیے متاثر کن اپیل کرتے رہے۔[۲۲] کیپٹن حسین خان شہید ایک آزمودہ کار، بہادر سابق فوجی آفیسر تھے، وہ کشمیری قوم کے لیے نجات دہندہ بن کر سامنے آئے۔[۲۳]

راولپنڈی سے ۳۲ میل مشرق کی جانب کوہ مری کا بلند و بالا اور صحت افزا مقام واقع ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تحریک آزادی کشمیر کا پہلا بیس کیمپ کوہ مری کو ہی قرار دیا گیا تھا۔ یہاں پر ہی جہاد و قتال کی شروعات سے قبل ایک سپریم وار کونسل (Supreme War Councel) بنائی گئی تھی، جو مندرجہ ذیل شخصیات پر مشتمل تھی۔

سپریم جہاد کونسل

نمبر شمار	نام	عہدہ	گاؤں/ضلع	قبائلی تعلق
۱	"سردار محمد ابراہیم خان بار ایٹ لا	چیئرمین	ہورنہ میرہ پونچھ	سدھن (سدوزئی)
۲	کپتان حسین خان او بی آئی فخر کشمیر	سپہ سالار اعلیٰ	کالا کوٹ پونچھ	سدھن
۳	کپتان خان محمد خان آف منگ فاتح میر پور فخر کشمیر	ممبر	منگ۔ پونچھ	سدھن
۴	کپتان بوستان آف رہاڑہ فخر کشمیر	ممبر	رہاڑہ۔ پونچھ	سدھن
۵	کپتان افسر خان ایم سی آف منگ فخر کشمیر	ممبر	منگ۔ پونچھ	سدھن
۶	کپتان حسین خان آف گوراہ فخر کشمیر	ممبر	گوراہ پونچھ	سدھن
۷	کپتان بوستان خان آف نڑ فخر کشمیر	ممبر	نڑ۔ پونچھ	سدھن
۸	مولانا عبدالعزیز خان تھوراڑ	ممبر	تھوراڑ۔ پونچھ	سدھن
۹	سردار محمد شریف خان۔ کھڑک	ممبر	کھڑک۔ پونچھ	سدھن
۱۰	سردار محمد عبدالقیوم خان فخر کشمیر	ممبر	جولی چپڑھ۔ پونچھ	عباسی
۱۱	مولانا غلام حیدر خان جنڈالوی	ممبر	جنڈالی۔ پونچھ	سدھن
۱۲	سید علی اصغر شاہ۔ باغ فخر کشمیر	ممبر	باغ۔ پونچھ	سید

۱۳	سید شمشاد حسین شاہ۔ سوہادی	ممبر	سوہادہ۔ پونچھ	سید
۱۴	سردار گل احمد خان۔ سدھن گلی فخر کشمیر	ممبر	سدھن گلی۔ پونچھ	سدھن
۱۵	بریگیڈیئر محمد شفیع خان ہورنہ میرہ	ممبر	ہورنہ میرہ۔ پونچھ	سدھن ۲۴

جب کیپٹن حسین خان شہید کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو آپ نے راتوں رات اپنے گھر سے نقدی اور بیوی کے زیورات لے کر چھے چھن (گاؤں کا نام) کرنل خان محمد خان کے گھر پہنچ کر ان کو حالات سے آگاہ کیا اور صبح ہونے سے قبل دریا جہلم ٹلہ (لکڑیوں کو جوڑ کر بنائی گئی کشتی) کے ذریعے ۹ اور ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عبور کیا اور راولپنڈی سے ہوتے ہوئے سرحد کے قبائلیوں سے اسلحہ لا کر اپنا کیمپ پنجاڑ میں رکھ لیا اور علاقوں کے کمانڈروں کو ۲۰، ۲۰ رائفلیں اور دو دو سو راؤنڈ لے جانے کے لیے اطلاع بھیجی۔ خود بھی دریا تیر کر عبور کرتے ہوئے ایمونیشن آزاد کشمیر میں لاتے رہے۔ ایک دفعہ ایسا کرتے ہوئے دریا کی موجوں کی زد میں آ گئے دور تک بہتے ہوئے چلے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے موجوں کی زد سے بچا لیا۔ آپ نے راجہ سخی دلیر جن کا تعلق کوٹلی سے تھا، کو پھمن پتن (موجودہ آزاد پتن) کی حفاظت کے لئے مامور کیا ہوا تھا۔ ڈوگرہ آری کو جب احساس ہوا کہ مجاہدین اردگرد حرکت میں ہیں تو انھوں نے پھمن پتن پل (موجودہ آزاد پتن) کو آگ لگا دی۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کیپٹن حسین خان اور راجہ سخی دلیر نے ڈوگروں پھمن پتن (موجودہ آزاد پتن) پر حملہ کر دیا۔ ڈوگرہ فوج راتوں رات براستہ پلندری بھاگ گئی۔ راجہ سخی دلیر نے لوہے کے رسوں کے ذریعے پار جا کر آگ بجھائی جلے ہوئے پل کی مرمت کی اور جلے ہوئے لکڑی کے ۲۰ پھٹے تبدیل کیے۔ کیپٹن حسین خان اور راجہ سخی دلیر (کے ہمراہ ۲۰ بندوقچی کوٹلی سے آئے تھے) نے ڈوگرہ آری کا تعاقب جاری رکھا۔ کپتان حسین خان نے جنڈالی تک ڈوگروں کا تعاقب کیا۔ ۲۵

کیپٹن حسین خان شہید نے میرال گلہ کے مقام پر خان دلی خان کے گھر اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا، کیونکہ راولاکوٹ کا مورچہ فتح کرنا ضروری تھا اور انتہائی مشکل بھی تھا۔ مشاورت کے بعد محاذ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا، باغ سیکٹر کی کمان سردار محمد عبدالقیوم خان، میر پور سیکٹر کیپٹن خان محمد خان آف منگ اور کوٹلی سیکٹر کرنل شیر احمد خان پلندری کو دی گئی، اس لیے کیپٹن حسین خان نے خود پونچھ سیکٹر کی کمان سنبھالی۔ انہوں نے مجاہدین کو میرال گلہ میں اپنے کیمپ میں جمع کیا تو ان کے کھانے پینے کے لیے اپنے گھر اطلاع بھیجی کہ دو سو پٹھان مجاہدین پہنچ چکے ہیں، ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ گھر والوں نے کھانا تیار کر کے سردار عاقل خان، برادر حقیقی حسین خان کو دیا۔ آٹھ دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بنجونسہ کے ایک شیرانائی نے کیپٹن حسین خان کو بتایا کہ عورتیں کھانا پکا پکا کر تھک گئی ہیں، میں خانسامہ کا کام جانتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں کھانا تیار کرتا رہوں، اجازت ہوگئی۔ شیرا، پٹھان مجاہدین اور مقامی لوگوں کے لیے ۱۷ دن تک کھانا پکاتا رہا۔ ۲۶

ایک واقعہ کیپٹن حسین خان کی انسان دوستی کی مثال ہے۔ راولاکوٹ (ترنی) کی ایک غیر مسلم زخمی عورت کے متعلق علم ہوا کہ ویران علاقہ میں ہے تو آپ نے ۳ آدمی فوراً بھیجے کہ اس عورت کو میرے گھر لے آؤ اور گھر والوں کو بتا دیں کہ اس کی مرہم پٹی کرتی رہیں۔ جب تک جنگ ختم نہیں ہو جاتی اس کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ وہ عورت اس کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ان کے گھر رہیں اور بعد میں دریک کے مقام پر ان کو جگہ دے دی گئی جہاں وہ پہلے آباد تھے۔ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بیٹے کا نام لعل دین ہے اور

خواجہ برادری کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں۔

کیپٹن حسین خان نے میرال گلہ سے راولاکوٹ فولادی مورچہ پر حملے کی تیاری کی۔ کیپٹن حسین خان شہید جنگی تیاری کے دوران میں قسم کھائی تھی کہ جب تک ڈوگروں کو راولاکوٹ سے شکست نہ دوں دائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا اور نہ ہی گھر سے پکی ہوئی کوئی چیز کھاؤں گا۔ ۷ نومبر کو ہیڈکوارٹر راولاکوٹ پر بھرپور حملہ کر دیا۔ آپ کی ولولہ انگیز قیادت میں مجاہدین شانہ بشانہ لڑتے رہے۔ ۹ اور ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب راولاکوٹ دشمن کا ہیڈکوارٹر فتح ہو گیا۔ کیپٹن حسین خان کی قیادت میں مجاہدین نے مختلف سمتوں سے راولاکوٹ پر ہلہ بول دیا۔ راولاکوٹ کا معرکہ بازاروں، گلیوں اور گھروں میں لڑا گیا۔ یہ کاروائی ۱۰ نومبر کو ختم ہوئی۔ ۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء کو کیپٹن حسین خان دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے توتی پیر کے مقام پر پہنچ گئے، جہاں بقول میجر جگدیش سنگھ رائفل مین امروٹھا کر کی گولی سے شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ ۲۷

میجر جگدیش ۹ جموں کشمیر رجمنٹ جو منگ، تھوراڑ اور راولاکوٹ میں لڑی جانے والی ڈوگرہ یونٹ کا انچارج تھا، اپنے مضمون بعنوان: 'راولاکوٹ جنگ کے ہیرو' میں لکھتا ہے۔

''اگلی صبح ہم نے دیکھا کہ ۱۰۰ سویلین افراد کے ایک جتھے نے خندقیں کھود کر پوزیشن لے کر ٹوٹی پیر کے پہاڑی علاقہ میں ہماری راہ روک رکھی ہے۔ میجر لاکھن پال نے مجھے آواز دی اور آرڈر دیا کہ فائر کھول دو۔ LMG اور ۳ انچ کی توپیں ہماری پیش قدمی کو کور کرنے کے لیے تیار تھیں۔ کور نمبر ۹ سے AJ اور K (نام کے کوڈ ہیں) چپکے سے جنگل کے راستے ایک پیالہ نما پہاڑی سلسلے سے اپنے ہدف کی طرف بڑھے، پلاٹون نمبر ۸ کا رائفل مین امروٹھا کر جو LMG نمبر ا تھا، وہ پہلا شخص تھا جو کنول پہنچا اور دشمن کی پسپائی کا سبب بنا۔ وہ ایک پلاٹون کا چارج لے کر پہلے انہیں ان کی پوزیشن سے ہٹانے اور نلاں کی جانب پسپا کر کے بھگانے والا پہلا شخص تھا۔ وہ لوگ اپنے پیچھے ۴ لاشیں چھوڑ کر اپنے زخمی ساتھیوں کو نلاں کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ ان کے بھاگنے کے باوجود رائفل مین امروٹھا کر نے فائرنگ کر کے مذید ۴ افراد کو گرا لیا، ان میں آزاد کشمیر بٹالین کے کمانڈنٹ حسین خان بھی شامل تھے۔'' ۲۸

ماتحت لڑنے والوں میں سے ایک جو اب تک بقید حیات ہیں، ان میں سے ایک PJO-۳۴۷۳ صوبیدار میجر (ریٹائرڈ) محمد یوسف خان صاحب ولد سردار خان (نمبردار) گاؤں دریک راولاکوٹ بیان کرتے ہیں،

''جنگ آزادی کے دوران میں ۸ میڈیم رجمنٹ آرٹلری پشاور میں سروس کرتا تھا۔ اس وقت ہم بھی کشمیر کی آزادی کے لیے تڑپ رہے تھے۔ ہمارے چند جوانوں نے صوبیدار میجر فیروز خان کی قیادت میں فوج سے بھاگ کر جنگ آزادی کشمیر میں حصہ لینے کا پروگرام بنایا۔ ہم کرنل خان محمد خان آف پلندری سے ملے انھوں نے ہمیں تین عدد خطوط ایک راجہ سخی دلیر کوٹلی، دوسرا سید خادم شاہ باغ، اور تیسرا کپتان حسین خان پرل کے نام لکھا۔ مجھے ۲ مارٹر دے کر کیپٹن حسین خان جن کا ہیڈکوارٹر میرال گلہ بنجونسہ کے مقام پر تھا اور وہ پونچھ کی قیادت کر رہے تھے کے ساتھ میری ڈیوٹی لگائی۔

کیپٹن حسین خان جن کا دل آزادی کشمیر کے لیے تڑپ رہا تھا۔ بہت ہی سخت طبیعت کے مالک تھے۔ انھوں نے

اپنی بیوی کے زیورات تک فروخت کر کے مجاہدین آزادی کے لیے ہتھیار خریدے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کئی دنوں سے مسلسل بھوکے ہیں۔ ایک دن ان کی بیوی نے ان کے لیے مکئی کی روٹی اور دہی بھیجا لیکن انھوں نے وہ کھانا نہیں کھایا بلکہ واپس بھیج دیا اور کہا کہ خدا کی قسم اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک میرے سب جوانوں کو کھانا نہیں ملتا۔

کرنل رام لعل جو ۹ جموں کشمیر کی کمان کر رہے تھے نے کیپٹن حسین خان کے نام خط لکھا کہ آپ لڑائی بند کر دیں ہم آپ کو پونچھ مینڈر تک کا علاقہ بطور جاگیر لکھ دیتے ہیں تو جواب میں کیپٹن حسین خان نے لکھا کہ کرنل رام لعل مجھے جائیداد نہیں، اپنے وطن کی آزادی چاہیے۔'' ۲۹

بقول میجر گل حسین خان:

''کیپٹن حسین خان نے بے مثال قربانی دی ہے۔ جس کی مثال صرف اسلام کے ابتدائی دور میں دی جا سکتی ہے موجودہ دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مالی قربانی کے ساتھ دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ جس کے صلے میں انہیں فخر کشمیر (ہلال جرأت) کا اعزاز دیا گیا۔ ان کے علاوہ یہ اعزاز آزاد کشمیر میں ۳۲ اور شہداء اور غازیوں کو بھی دیا گیا۔ کیپٹن حسین خان کی قربانیاں یکتا اور منفرد ہیں۔ ان کو ریاست کا اعلیٰ ترین اعزاز 'ہلالِ کشمیر' (نشان حیدر) ملنا چاہئے تھا، جس کے وہ حقدار تھے اور ہیں۔ ان کی مالی اور جانی قربانی کا موازنہ یا اعزاز پانے والے کسی بھی شہید سے کیا جائے تو ان کا پلڑا بھاری اور قربانی سب سے اعلیٰ ہے۔'' ۳۰

بلاشبہ کپتان حسین خان کا شمار تاریخ اسلام کے عظیم جرنیلوں میں کیا جا سکتا ہے جنھوں نے بے سروسامانی کے عالم میں مہاراجہ کے شخصی راج کے خلاف لوگوں کو منظم کیا اور بالآخر ریاست کا ایک بڑا حصہ آزاد کروانے میں کامیاب ہوئے اور اسی جدوجہد میں ۱۱ر نومبر ۱۹۴۷ء کو شہید ہوئے۔

حوالہ جات:

۱۔ حسین اظہر، غلام، ڈاکٹر، یگانہ کشمیر، ص۴۲، یونس پرنٹرز دربار مارکیٹ، لاہور، ۱۹۸۶ء۔

۲۔ ایضاً، ص۴۳۔

۳۔ ایضاً، ص۵۱۔

۴۔ محمود آزاد، سید، تاریخ پونچھ، ص۸۸، ادارہ معارف کشمیر ہاڑی گہل باغ، پونچھ، آزاد کشمیر، ۱۹۷۵ء۔

۵۔ ایضاً، ص۱۱۲۔

۶۔ سرور عباسی، پروفیسر، کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص۲۸۳، انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر اسٹیڈیز، آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی، مظفر آباد، ۱۹۹۲ء۔

۷۔ محمود آزاد، سید، تاریخ پونچھ، ص۱۲۳، ادارہ معارف کشمیر، ہاڑی گہل باغ، پونچھ، آزاد کشمیر، ۱۹۷۵ء۔

۸۔ Ibrahim Khan,Sardar, *Kashmir Saga,* P-35, Mirpur Azad Kasmir, 1990.

۹۔ حسین اظہر، غلام، ڈاکٹر، یگانہ کشمیر، ص۱۲۲، یونس پرنٹرز دربار مارکیٹ، لاہور، ۱۹۸۶ء۔

۱۰۔ ایضاً، ص۴۳۔

۱۱۔ *Wahefield G.E.C Recollection*, Lahore, P-193, 1943.

۱۲۔ روزنامہ انقلاب، لاہور، ۳۰/اگست ۱۹۳۱ء۔

۱۳۔ محمد ایوب، سردار، جنگ آزادی ۱۹۴۷ء اور کپتین حسین خان، ص۲، کشمیر پریس، راولاکوٹ، ضلع پونچھ۔

۱۴۔ ایضاً، ص۲۲۔

۱۵۔ کیپٹن حسین خان کی بہو، مخمل جان سے انٹرویو مورخہ ۱۸/دسمبر ۲۰۱۲ء بوقت ۱:۳۰ بمقام حسین کوٹ۔

۱۶۔ ایضاً۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ کیپٹن حسین خان کے پوتے محمد ایوب سے انٹرویو مورخہ ۱۸/دسمبر ۲۰۱۲ء، بوقت ۱:۰۰ بجے بمقام حسین کوٹ۔

۱۹۔ میر عالم، مولوی، تاریخ آزادی کشمیر، ص۳۷۹، گیلانی پریس، ہسپتال روڈ، لاہور، ۱۹۴۸ء۔

۲۰۔ ایضاً، ص۲۵۹۔

۲۱۔ انٹرویو مخمل جان۔

۲۲۔ A.H Suharwardy, *Tradegy in Kashmir*, P-111, Royal Book Company.

۲۳۔ انٹرویو محمد ایوب

۲۴ مسعود احمد، پروفیسر، غازی ملت، ص ۸۸۔ مقبول اکیڈمی، لاہور۔

۲۵ انٹرویو مخمل جان۔

۲۶ ایضاً۔

۲۷ انٹرویو، کرنل ہدایت خان۔ مورخہ ۱۳/اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات بوقت ۸:۳۰ بمقام کہالہ بلوچ۔

۲۸ جموں ایکسپریس میں میجر جگدیش سنگھ کا مضمون راولاکوٹ جنگ کے ہیرو کے عنوان سے چھپا جو کہ ۱۹۴۷ء میں ضلع پونچھ کے مختلف محاذوں بالخصوص راولاکوٹ میں ڈوگرہ آرمی کا کمانڈر تھا۔

۲۹ انٹرویو مخمل جان۔

۳۰ انٹرویو، گل حسین، میجر، بمقام راولاکوٹ مورخہ ۱۳/دسمبر ۲۰۱۲ء۔

ادارۂ قرطاس کی چند تازہ مطبوعات

☆ احکام حدود میں حنفی و جعفری فقہ میں مطابقت و مغائرت

تصنیف: محمد اسلم

صفحات: ۱۷۶ قیمت: ۱۶۰/- روپے طبع اوّل ۲۰۱۴ء

ISBN: 978-969-9640-09-4

☆ سوئے حرم (سفرنامہ حرمین شریفین)

از: ڈاکٹر ظفر حسین ظفر

صفحات: ۱۰۹ قیمت: ۱۰۰/- روپے طبع اوّل ۲۰۱۴ء

ISBN: 978-969-9640-14-8

☆ سوچنے کی باتیں

تالیف: ڈاکٹر احسان الحق

یہ کتاب روزمرّہ کی زندگی کے حوالے سے بعض سماجی معاملات کا اسلامی نقطۂ نظر پیش کرتی ہے

صفحات: ۹۶ قیمت: ۱۰۰/- روپے طبع اوّل ۲۰۱۴ء

گوشہ الطاف حسین حالی

(۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء)

۱۔ شبلی وحالی: تعلقات کا ازسرِ نو جائزہ — خالد ندیم

۲۔ حالی کی ملّی شاعری میں نعتیہ عناصر — طاہر قریشی

۳۔ الطاف حسین حالی کی نظم ونثر میں مشرق ومغرب کی کشمکش — تہمینہ نور

۴۔ مولانا الطاف حسین حالی کی عربی مکتوب نگاری پر ایک نظر — عبدالغفار/ حافظ محمد شہباز حسن

۵۔ *The Musaddas of Hali - a reinterpretation* — سیّد منیر واسطی